273

تحقیق و تدوین

ادبی جریدے

"سویرا"

میں شامل

اقبالیات کا جائزہ

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
اقبال اکادمی پاکستان 2002-2006

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنّا جسے کہہ نہ سکیں رُو برُو!

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اکادمی پاکستان
©2002-2006

لاہور کو داتا گنج بخش نے قطب البلاد کہا اور فرمایا کہ یہاں جو بات کی جائے گی وہ پوری دنیا میں مشہور ہو جائے گی۔ پھر حضرت علامہ اقبال نے اس شہر کو اپنا مستقر بنایا۔ وہ عظیم مفکّر پاکستان حکیم الامت شاعرِ مشرق اب اسی شہر میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ شاہی مسجد کے گنبد اور مینارِ پاکستان اس کے ہمسائے ہیں۔

شہرِ لاہور ہمیشہ سے علمی و ادبی مرکز ہے۔ یہاں رفتہ رفتہ اخبارات و رسائل کا میلہ لگ گیا۔ یہیں سے کئی علمی و ادبی اور سیاسی و سماجی تحریکوں نے جنم لیا۔ انجمن پنجاب اور انجمنِ حمایت اسلام کی سرگرمیاں، مشاعرے، مذاکرے، ایک مثبت روایت کی گونج فضاؤں میں رچ بس گئی۔ بیسویں صدی کا لاہور اپنی تاریخ و تہذیب کا نقطۂ عروج بن گیا۔

۱۹۳۶ء میں نئے ادب کے رجحانات کو فروغ دینے میں لاہور کے رسائل و جرائد کا کردار نمایاں ہے۔ "ادبی دنیا" اور "نیرنگِ خیال" کے بعد "ادبِ لطیف" نے جدید ترین انداز و اسلوب کو متعارف کرایا۔ ادبِ لطیف کے ناشر چوہدری برکت علی اور اہلِ خاندان کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔ آج کل چوہدری برکت علی کی بیٹی صدیقہ جاوید "ادبِ لطیف" کی مدیر ہیں۔

چوہدری برکت علی کے بھتیجے چوہدری نذیر احمد "ادبِ لطیف" اور "مکتبۂ اردو" کے سلسلے میں ان کی مدد کرتے تھے۔ انہوں نے بعد میں اپنا الگ ادارہ 'نیا ادارہ' کے نام سے قائم کیا اور "ادبِ لطیف" سے جدا ہو کر "سویرا" کا اجرا کیا۔ ۱۹۴۶ء میں "سویرا" کا پہلا

پہلا شمارہ شائع ہوا۔ پہلے شمارے میں چوہدری نذیر احمد نے "ادب لطیف" کو رگِ جان، اور "سویرا" کو نئی رگِ جاں کا نام دیا۔ اس پرمجلسِ ادارت میں احمد ندیم قاسمی اور فکر تونسوی شامل تھے۔ چنانچہ "سویرا" کے بنیادی نظریات اور توجیہات ادبِ لطیف سے مختلف نہیں شروع شروع میں اس رسالے کے لکھنے والوں میں ترقی پسند ادیبوں کی تعداد زیادہ تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد مختلف ادبی نظریات کے حامل ادیبوں کے درمیان جو مباحث پیدا ہوئے ان کی بازگشت بھی اس رسالے کے مختلف پرچوں میں سنائی دیتی ہے۔ اس زمانے میں "سویرا" کا رنگ روپ اکثر رسالوں سے مختلف تھا۔ یہ ایک طرح سے ادبِ لطیف، نقوش اور سویرا کا مشترکہ دور تھا۔ تب ان رسائل سے وابستہ لوگ ترقی پسند خیالات کے حامی تھے۔ نظریاتی بحثیں بڑی بھرپور اور معیاری تھیں۔ "سویرا" میں بھرتی کی چیزیں کم شائع ہوئیں۔ اس رسالے کا مزاج علمی و ادبی حوالے سے معیاری تھا۔ ترقی پسندوں والی مخصوص نعرے بازی اور سطحیت سے حتی المقدور گریز کیا گیا۔

چوہدری نذیر احمد کے بعد ان کے بھائی حنیف رامے "سویرا" کے مدیر بنے۔ وہ مصور اور مضمون نگار کے طور پر معروف ہیں۔ چنانچہ رسالے کے انداز میں تبدیلی کے آثار نمایاں ہوئے۔ ترقی پسند تحریک بھی [illegible] کا شکار ہونے لگی۔ اب جدید ادبی رجحانات کو فروغ ملنے لگا۔ حنیف رامے نے ادب، آرٹ اور کلچر کے ترجمان کے طور پر رسالے کو ترتیب دینا شروع کیا۔ رامے صاحب نے فرزندِ اقبال جاوید اقبال سے بھی مضامین لکھوا کر "سویرا" میں شائع کیے۔ اس کے بعد چوہدری نذ[illegible]د کے بیٹے ریاض احمد نے محمد سلیم الرحمٰن سے مل کر رسالے کی ادارت سنبھالی۔ اور جدید ترین رجحانات کی حامل تحریریں "سویرا" کی زینت بننے لگیں۔ ۱۹۷۱ء میں چوہدری نذیر احمد کی وفات کے بعد "سویرا" کی اشاعت میں تعطل پیدا ہو گیا۔ ۱۹۷۳ء میں جب صلاح الدین محمود کے سپردِ "سویرا" کی ادارت ہوئی تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ صلاح الدین محمود نے رسالے کی اشاعت و ترویج اور تزئین و تدوین میں بڑی دلچسپی اور محنت سے کام کیا۔ صلاح الدین صاحب زندگی کے جمالیاتی پہلوؤں کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی شخصیت کا یہ رنگ "سویرا" کی اشاعتوں میں بھی سامنے آیا۔ مذہب اور تصوف کی جمال دار اعلیٰ روایات کی جھلک ۱۱ پرچوں میں پوری طرح موجود ہے۔ انھوں نے ۱۱ پرچے شائع کیے۔ اس کے بعد "سویرا" کی اشاعت پھر

تعطل کا شکار ہو گئی۔

میں نے "سویرا" کے حالات کا یہ مختصر منظر نامہ اس لیے بیان کیا ہے، تاکہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہنوں میں کوئی ناآسودگی پیدا نہ ہو۔ اس رسالے میں اقبالیات کے حوالے سے آٹھ مضامین شائع ہوئے۔ یہ مضامین جدید ادبی مسائل کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔ مخصوص نصابی موضوعات سے گریز کیا گیا ہے۔ اس کا ایک سبب رسالے کا معیار ہے۔ پھر بھی غیر معیاری تحریریں اس رسالے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مصنف کے نقطۂ نظر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، موضوع کی پیش کش کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال کے فکر و فن پر بہت کچھ لکھا گیا ہے جس میں ایک خاص تعداد غیر معیاری اور مکتبی نوعیت کے مضامین کی ہے۔ مگر "سویرا" میں شائع شدہ مضامین اپنے اندر معنویت اور گہرائی رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات بلا خوف تردید کی جا سکتی ہے کہ یہ تحریریں اس میدان میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہیں۔

سویرا کے ترقی پسند دور میں تین مضامین شائع ہوئے جن میں سے دو مضامین احتشام حسین کا "اقبال اور رجائیت"[۱] اور عزیز احمد کا "اقبال اور فن برائے زندگی"[۲] ترقی پسند رجحانات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہ دونوں مضامین ٹھوس علمی انداز میں لکھے گئے ہیں اور ترقی پسند ادیبوں کے سطحی اسلوب کے نمائندہ نہیں۔ امید اور انقلاب علامہ اقبال کی عظیم خواہشوں کے دروازے ہیں۔ کوئی جس رستے سے ہو کے آئے، پہنچے گا اسی دہلیز پر۔ "اقبال کی فارسی شاعری اور اہلِ ایران"[۳] کے عنوان سے ایک تحریر پہلے مضامین میں سے ہے۔ بعد میں اس حوالے سے بڑا کام ہوا۔ اس لحاظ سے اس مضمون کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ ایرانیوں نے اقبال کو اپنا شاعر بنا لیا اور ان سے فکری رہنمائی حاصل کی۔

حنیف رامے نے ڈاکٹر جاوید اقبال کے دو مضامین شائع کیے۔ اس آغاز سے ڈاکٹر جاوید اقبال نے وہ راہ پایا کہ پھر انھوں نے فکرِ اقبال کے فروغ کے لیے بہت معرکے سر کیے۔ "اقبال ایک باپ کی حیثیت سے"[۴] میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنے ذاتی تاثرات بیان کیے ہیں۔ یہ مضمون اقبال کی ذات اور شخصیت کو سمجھنے میں بڑا مددگار ثابت ہوا۔ اس زمانے میں ڈاکٹر جاوید اقبال کو فکرِ اقبال کی تشریح کا خیال آیا تھا اور ان کے دل میں ایک تحقیقی لہر بھی بیدار ہوئی۔ "سویرا" میں ان کے کچھ ڈرامے بھی شائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کا ایک

مضمون "جدید اسلام میں لبرل ازم کی تحریک اور علامہ اقبالؒ" بھی سویرا میں موجود ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے بجا طور پر محسوس کیا کہ نئے علوم اور نئے تحریکوں کی روشنی میں اقبال کے کلام کو سمجھنے کی کوشش وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اقبال مغربی تہذیب کی مذمت کرتے ہیں، مگر مغربی علوم اور انکشافات سے استفادہ کرنے سے منع نہیں کرتے۔ وہ اُس رویے کی مذمت کرتے ہیں جو انسان کو اعلیٰ خصوصیات سے منقطع کرتا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے کہ میں ورڈز ورتھ کی شاعری پڑھ کر دہریت سے بچ گیا۔ آزاد خیالی اور علمی وسعت پسندی ہمیشہ اقبال کا فکری شعار رہا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کا مضمون نئے انداز سے سوچنے پر اُکساتا ہے۔ آزادی کی طلب انسان کو عظمتوں سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ آزادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کا ایک جبر ہے۔ دماغ اگر دل کی نگرانی قبول کرے تو نتائج مشیت کی منشا کے مطابق ہوں گے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنے مضمون میں فکر اقبال کو عالمی تناظر میں دیکھا ہے۔

صلاح الدین محمود نے سویرا میں جیلانی کامران کا ایک مضمون "مذہب کے مستقبل کا مسئلہ اور اقبالؒ" شائع کیا۔ جیلانی کامران گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر تھے۔ گورنمنٹ کالج میں مختلف ادبی مسائل پر بڑی بامعنی بحثوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ ایک محفل میں یہ سوال اُٹھایا گیا کہ کیا خدا کی رحمت شر کے سامنے مجبور ہے۔ اس موضوع پر بڑی طویل گفتگو ہوئی۔ علمی اداروں میں یہ روایت انسانی حیات اور ارتقاء کے حوالے سے طالب علموں کو مثبت نتائج کی تلاش میں مدد دیتی ہے۔ ڈارون، مارکس، نطشے، برٹنڈرسل، ژاں پال سارتر اور کئی دوسرے فلسفیوں کی باتیں سوچنے والوں کے لیے مسئلہ بنی ہوئی تھیں۔ دہریت، منطقیت اور مذہب بیزاری کی تحریکیں زوروں پر تھیں۔ ایمان اور عقیدہ بھی ان سوچوں کی زد میں تھے۔ مساوات انسانی کے نعرے سے بھی ایک متنازعہ صورت حال پیدا کی جا رہی تھی۔ آج بھی انسانی کلچر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کی زد میں آنے کا خطرہ ہے۔ چنانچہ مذہب کے موثر کردار کی وضاحت ضروری ہو گئی تھی۔ جیلانی کامران نے اپنے انداز میں ان مسائل سے اُبھرنے والے سوالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بحث و تحقیق میں اختلاف کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ مذہب کا مستقبل آج بھی مسلمانوں کے لیے ایک چیلنج ہے۔

صلاح الدین محمود نے "مکتوبات۔ علامہ محمد اقبالؒ" کا عنوان دے کر اپنے تعارفی نوٹ کے ساتھ علامہ کے یہ خطوط شائع کیے ہیں۔ علامہ اقبال کے یہ خطوط پہلی بار لوگوں کے

سامنے آ گئے۔ یہ خطوط علی گڑھ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ظفر الحسن اور پروفیسر محمد عمر الدین کے نام ہیں۔

ان خطوط کے ساتھ ڈاکٹر وحید قریشی کا مضمون "خطوط اقبال کا ذخیرہ محمد عمر الدین ؒ" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے اس مضمون سے ان خطوط کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اس طرح خطوط کے مندرجات کی تفہیم میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ پروفیسر محمد عمر الدین، صلاح الدین محمود کے والد محترم ہیں اور ڈاکٹر ظفر الحسن محمد عمر الدین کے استاد ہیں۔ یہ دونوں حضرات علی گڑھ یونیورسٹی کے بلند پایہ استاد اور سکالر تھے۔ ان کے نام خطوط میں تصوف کے حوالے سے علامہ اقبال نے اپنے نظریات کی مختصر وضاحت کی ہے۔ علامہ اقبال محمد عمر الدین کے مطالعے کی گہرائی اور علمی دلچسپیوں سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اپنے خطوط میں انھوں نے محمد عمر الدین صاحب کی کتاب "دی اتھیکل فلاسفی آف الغزالی" کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر ظفر الحسن ان لوگوں میں سے تھے جن کے علمی کردار کی تعریف خود علامہ اقبال نے کی ہے۔ وہ اقبال کے ہمعصر تھے۔ علامہ اقبال نے علی گڑھ یونیورسٹی کا دورہ انہی کی دعوت پر کیا اور انہی کے گھر میں قیام کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ علامہ اقبال علی گڑھ یونیورسٹی میں استاد ہو جائیں۔

یہ تفصیلات اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ اس حوالے سے ابھی بہت کام کی گنجائش ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی اور صلاح الدین محمود کے ایما پر محترمہ شیما مجید اس ضمن میں کام کر رہی ہیں۔ وہ پچھلے دنوں بھارت گئیں تو علی گڑھ یونیورسٹی بھی گئیں۔ ڈاکٹر ظفر الحسن اور پروفیسر محمد عمر الدین اور پروفیسر ظفر احمد صدیقی سے ملیں۔ صدیقی صاحب محمد عمر الدین کے شاگرد ہیں وہ بھی یونیورسٹی میں صدر شعبۂ فلسفہ رہے ہیں۔ اقبالیات کے فروغ میں انہیں بھی خاص دلچسپی ہے۔ انھوں نے محمد عمر الدین کی خواہش پر ۱۹۵۹ء میں ایک رسالہ "اقبال" جاری کیا۔ یہ فلسفے کے حوالے سے فکر اقبال کی تفہیم کا ایک نیا ادارہ ہے۔ امید ہے یہ خطوط اور ڈاکٹر وحید قریشی کا مضمون تحقیق اقبال میں مزید دلچسپی کا سامان پیدا کرے گا۔

مختلف رسائل میں اقبالیات کے سلسلے میں تحریروں کو یکجا کر کے دیکھنے سے ایک نئی روایت کی ابتدا کی گئی ہے۔ "سویرا" میں اقبالیات کے حوالے سے یہ آٹھ مضامین محققین اقبال کے لیے ایک اور فضا مہیا کریں گے۔

حواشی

۱۔	"سویرا"	۔ شمارہ	۱۰ ۔ ۱۱
۲۔	"	"	۵ ۔ ۶
۳۔	"	"	۷ ۔ ۸
۴۔	"	"	۳
۵۔	"	"	۲۳
۶۔	"	"	۳۷
۷۔	"	"	۵۵
۸۔	"	"	۵۶

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006